Advertisement at Urdu Palace

Are you looking for an affordable website to advertise your business?

Urdu Palace offers lowest rates for all advertisers.

For Advertisement of your brand or business on our website call us or contact us through Whatsapp on following numbers

+92-348-8709449

www.urdupalace.com

مجھے عید منانی ہے

نزہت جبیں ضیا

"اللہ سمجھے ان جاہلوں کو...... رمضان میں بھی چین نہیں ہے، کیسے ٹائم پر نظریں جمائے گھات لگائے بیٹھے رہتے ہیں جیسے کوئی جانور اپنے شکار کی گھات میں ہو، اِدھر ٹائم ہوا نہیں کہ جھٹ سے بٹن بند کر دیا۔ ویسے تو کوئی بھی سرکاری نوکر اپنی ڈیوٹی پر وقت سے نہیں جاتا ہمیشہ دیر سے جاتا ہے مگر ایک یہ لوگ......" اس نے ایک گالی سے نوازا......" چاہے ہڑتال ہو، بارش ہو، سردی ہو یا گرمی اپنی ڈیوٹی پر فوری پہنچ جاتے ہیں، ایسے وقت کے پابند تو دنیا کے کسی کونے میں نہیں ہوں گے جیسے ہمارے یہاں کے بجلی بند کرنے والے ہیں، منحوس مارے کہیں کے، روزے میں منہ خراب کر دیتے ہیں، میرا بس چلے تو گولی سے......" رقیہ کی قینچی جیسی زبان چلی تو چلتی گئی۔ ابھی کچھ دیر پہلے تو وہ ظہر کی نماز سے فارغ ہو کر پنکھے کے نیچے لیٹی تھی ابھی آنکھ لگی ہی تھی کہ گھر ر گھر ر چلتا پنکھار کنے لگا اِدھر پنکھے کی گھر ر، گھر ر بند ہوئی اُدھر رقیہ کی زبان چلنے لگی۔ سخت گرمی، گھٹن اور حبس تھا اور روزے میں نیند بھی ضروری تھی' اوپر سے بچوں کی چیخ و پکار نے جلتی پر تیل کا کام کیا...... گڈو، مجو، وجو اور سلیم سب ہی صحن میں نیم کے درخت کے نیچے کھیل رہے تھے۔ رقیہ ہو ہا کرتی ہاتھ کا پنکھا سنبھالے... بڑبڑ کرتی صحن میں آئی اور پلنگ پر لیٹ گئی۔

"ارے کمبختو! تم لوگ کبھی سو جاؤ، شیطانوں کی طرح سارا دن اودھم مچاتے رہتے ہو۔" منہ پر ململ کا دوپٹا ڈالتے ہوئے رقیہ نے گرمی کی جھنجلاہٹ بچوں پر نکالی۔

"ارے بہو! کتنا سوؤ گی......؟ فجر کے بعد بھی سو جاتی ہو، کیا دن بھر سوتی رہو گی......؟" اماں کو بہو کی

www.urdupalace.com

بڑبڑاہٹ سن کر غصہ ہی تو آ گیا تھا۔

''اماں! تمہاری نیند پوری ہو جاتی ہے، مجھے دس دھندے نپٹانے پڑتے ہیں، صبح سے رات تک کمر تختہ ہو جاتی ہے میری...... کام کرتے، کرتے نڈھال ہو جاتی ہوں۔ اوپر سے یہ بچوں کی فوج نے جینا حرام کر رکھا ہے۔''

''زبان سنبھال کر بات کرو بہو! کیا کہہ رہی ہو......نظر لگاؤ گی کیا بچوں کو......؟ یہی تو میرے گھر کی رونق، میرے آنگن کا اجالا ہیں۔ اِدھر اُدھر کا غصہ کا ہے کو ان معصوموں پر نکالتی ہو، گرمی ہے تو سب کے لیے ہے، روزے ہیں تو سب کے لیے ہیں، تم کوئی انہونی کر رہی ہو کیا؟''

''اماں چپکی ہو جاؤ، بس دماغ مت کھاؤ میرا۔''

رقیہ نے بیزاری سے کہا بچوں نے دیکھا کہ اماں اور دادی میں معرکہ شروع ہو گیا تو سلیم، شجو اور گڈو کو لے کر باہر نکل گیا۔ اور وجو دادی کے پیروں سے لپٹ گیا تو اماں منہ بناتی ہوئی وجو کو لے کر اپنے کمرے کی طرف چلی گئیں۔ شور تھم گیا تھا، بچے بھی نہیں تھے، رقیہ نے دوپٹا دوبارہ منہ پر ڈالا اور سکون کی سانس لے کر سونے کی کوشش کرنے لگی، جانتی تھی اماں وجو کو سلا کر باقی تینوں پوتوں کی بھی رکھوالی کر لیں گی۔ دونوں ساس، بہو کو تو جھگڑنے کا بہانہ چاہیے تھا ذرا سی بات ہوتی اور ہنگامہ شروع ہو جاتا دونوں فریقین ہی برابر کے تھے کوئی ہار ماننے کو تیار نہ ہوتا۔ اکثر جھگڑا بچوں کی وجہ سے ہی ہوتا۔ بچوں میں دادی کی جان تھی اور رقیہ بچوں سے بیزار وہ کچھ نہ کچھ کہتی اور دادی سے برداشت نہ ہوتا، وہ بھی دل بھر کے سنا دیتیں اور یوں جھگڑا شروع ہو جاتا۔ کبھی، کبھی یہ جھگڑا تین، تین دن پر محیط ہوتا ناصر بیچارہ تو ماں اور بیوی کے درمیان پس کر رہ گیا تھا اگر بیوی کو سمجھاتا تو الٹی دس باتیں سننے کو ملتیں، ماں کو غلطی سے کچھ کہہ دیتا تو زن مرید کے طعنے مل جاتے، اپنی بیوگی اور ناصر کی پرورش کو لے کر اماں کی دہائیاں عروج پر ہوتیں اور ناصر بیچارہ سر جھکا کر گھر سے باہر نکل جانے میں عافیت جانتا......اماں بھری جوانی میں ہی بیوہ ہو گئی تھیں۔ میاں بیچارے غریب چھوٹی سی دکان چلاتے تھے جس سے گھر بہ مشکل چل پاتا، ناصر پانچ سال ...کا تھا اس کے ابا کا انتقال ہو گیا۔ ان کے انتقال کے بعد ان کی چھوٹی سی دکان ناصر کے ماموں چلانے لگے اماں نے بہت محنت، مشقت اور پریشانیوں سے ناصر کو بہ مشکل میٹرک تک پڑھایا کہ ناصر کے ماموں کا بھی انتقال ہو گیا۔ تب سے ناصر نے گھر سے کافی فاصلے پر بنی وہ چھوٹی سی پرچون کی دکان خود سنبھال لی تھی گو کہ آمدنی زیادہ نہ تھی مگر گزارہ ہو ہی جاتا تھا۔ ناصر سیدھا سادہ، کم گو اور شرمیلا سا لڑکا تھا جبکہ اماں کو اکیلے زندگی گزارنے نے کافی جہاندیدہ بنایا تھا، وہ کافی دیکھ بھال کے چلتیں، اکلوتے بیٹے ناصر کو بہت پیار کرتی تھیں اور اب جلد از جلد اس کی شادی کرنا چاہتی تھیں۔ ناصر نے ساری زندگی اپنے گھر میں خاموشی اور سناٹا دیکھا وہ زیادہ کسی سے سے بولتا، نہ ماں سے کوئی فرمائش یا ضد تب سے اماں نے ایک ہی خواہش دل میں بسا رکھی تھی کہ وہ ناصر کے کم از کم چار بیٹوں کو تو دیکھ سکیں، وہ اللہ پاک سے یہی دعائیں مانگتیں کہ ان کے آنگن میں گہما گہمی ہو، بچوں کا شور، ہنگامہ اور لڑائی جھگڑے ہوں، ان کے گھر میں بھی بچوں کے قہقہے گونجیں۔ بچوں کی معصوم شرارتوں سے وہ بھی لطف اندوز ہو سکیں انہوں نے ناصر کے لیے رقیہ کو پسند کیا...... رقیہ دور دراز کی رشتے دار تھی۔ اور وہ تھی بھی کافی تنک مزاج...... اس بات کا احساس ناصر کو پہلے دن ہی ہو گیا۔

''میری اماں غصے کی تھوڑی تیز ہیں مگر دل کی بری نہیں۔'' اس نے رقیہ سے کہا تھا تو رقیہ نے بھی جھٹ کہہ دیا۔

''غصہ تو میرا بھی کم نہیں ہے۔'' ناصر حیرت سے اپنی نوبیاہتا بیوی کو دیکھتا رہ گیا۔ ناصر سمجھ گیا تھا اماں سیر تو بیوی سوا سیر اب تو اللہ ہی مالک ہے۔ ساس، بہو میں ہر، ہر بات پر اختلافات ہوتے۔ انہی اختلافات اور تو، تو میں......میں میں ان کی شادی کو آٹھ سال گزر گئے

www.urdupalace.com

اور ان آٹھ سالوں میں اماں اگر کسی بات سے مطمئن تھیں تو یہ کہ رقیہ نے ان کی گود میں یکے بعد دیگرے چار پوتے ڈال دیے تھے۔ اماں کی دعائیں اور برسوں پرانی خواہش رنگ لائی تھی۔ لڑائی جھگڑے اپنی جگہ مگر اماں، رقیہ سے پیار بھی بہت کرتی تھیں، اس کا بہت خیال رکھتیں اور رقیہ بات بے بات یہی احسان جتاتی کہ اماں یہ چار، چار تمہاری خواہش پر پیدا کیے، ورنہ میری صحت اس قابل نہیں تھی کہ اتنی جلدی یہ سب کرسکوں، بچے بھی تمہارے ہی ہیں، تم نے تو مجھے بس بچے پیدا کرنے کی مشین سمجھ رکھا ہے۔

☆☆☆

اس بار تو رمضان المبارک کے شروع ہوتے ہی بلا کی گرمی پڑ رہی تھی، ایسے میں غضب کی اور ٹائم بے ٹائم لوڈشیڈنگ نے زندگی عذاب کر رکھی تھی سوناصر کی فیملی بھی ایسی ہی آفتوں کا شکار تھی۔ وہ لوگ پسماندہ علاقے میں رہتے تھے جہاں آس پاس ان جیسے ہی کم حیثیت کے لوگ تھے، چھوٹے موٹے کام کر کے گزارہ کرنے والے...... گھروں کی دیواریں آپس میں ملی ہوئی تھیں۔ کہیں، کہیں پکی چھتیں تھیں ورنہ تو شیٹ اور ٹین والے گھروں میں ویسے بھی دھوپ کی شدت اور تمازت زیادہ اثر انداز ہوتی ہے۔ اوپر سے پرانے اور خستہ حال پنکھے جن کی برائے نام ہوا اور زور شور سے آتی آوازیں بھی ان لوگوں کے لیے سکون کا باعث ہوتیں کہ کم از کم چل تو رہے ہیں اور جب گھنٹوں کے لیے یہ پنکھے بھی بند ہوجاتے تو ایسے میں رقیہ کی جھنجلاہٹ عروج پر ہوتی اور وہ دل بھر کر بک، بک کرتی۔ اماں کی سماعتوں پر رقیہ کی دہائی ناقابلِ برداشت بار بن جاتی تب ہی اماں درمیان میں آکر ایک شوشا چھوڑ دیتیں اور نتیجتاً معرکہ شروع ہوجاتا۔

☆☆☆

افطار سے کچھ دیر پہلے ناصر بھی دکان بند کر کے چلا آتا پھر افطار کر کے نماز پڑھ کر چائے پینے کے بعد دوبارہ دکان پر چلا جاتا۔ غریب ہو یا امیر رمضان المبارک میں ہر شخص اپنی حیثیت کے مطابق اہتمام کرتا ہے۔ سحری اور افطار کے لیے خصوصی تیاریاں ہوتی ہیں، رقیہ کو بھی افطار کی تیاری کرنے کے لیے کچھ دیر پہلے سے ہی باورچی خانے میں جانا پڑتا تھا۔

دل کی ویران گلیاں

دل کے ہر غم میں ایک ہی راستہ
ہوتا ہے
جو دل کی ویران گلیوں میں
محبت کے پھول کھلاتا ہے
اور ہمیشہ کے لیے اپنے دل
زمین
میں یقین کا راستہ دکھاتا ہے
اے میرے سجن، دل کی گلیوں کو
اپنے پیار سے آباد رکھنا
اور دل کی سرزمین پر قدم رکھ کر
میرے دل کو مہکا دینا

شاعرہ: رفعت یونس خادم......ملتان

اسی وقت اچانک سے پنکھے کی گھرر، گھرر کی آواز سن کر پتا چل گیا کہ لائٹ آچکی ہے۔ رقیہ شکر ادا کرتی ہوئی دوپٹا سمیٹ کر اٹھ کر کمرے میں آگئی۔

''افوہ...... ! ایک تو اس کی نیندیں ہی ختم نہیں ہوتیں، ارے بھئی وجو کو دیکھو کب سے بے چین ہو رہا ہے، تمہارے پاس آنے کو سنبھال، سنبھال کر تھک گئی ہوں۔'' رقیہ کو دوبارہ لیٹتا دیکھ کر اماں کی زبان میں پھر سے کھجلی ہوئی، وہ ان سنی کر کے کروٹ لے کر لیٹ گئی۔ پسینے، پسینے وجود کو پنکھے کی ہوا کسی نعمت سے کم نہیں تھی۔ گھنٹا ڈیڑھ گھنٹے کی نیند پوری کر کے وہ اٹھی اور منہ دھو کر افطار کی تیاری کے لیے باورچی خانے میں آگئی۔ کچن کا تو نقشہ ہی بگڑا ہوا تھا۔

''توبہ ہے اماں! کیا حالت بنا رکھی ہے باورچی

www.urdupalace.com

خانے کی تم نے؟'' سارا باورچی خانہ الٹا پڑا تھا۔ برتنوں کے ڈھیر پر مکھیاں بھنبھنا رہی تھیں۔ آٹے کا تسلا کھلا پڑا تھا۔ پیاز کے چھلکے بکھرے پڑے تھے۔

''ہاں تو کیا کرتی، تم تو سوگئی تھیں بچوں کو بھوک لگی تھی پراٹھے بنا کر دیے میں نے، انڈے تلے اور وجو کو چائے بنا کر پلائی۔ بھوک سے بلک رہا تھا بیچارہ...... تمہیں تو اپنے علاوہ کسی کا خیال ہی نہیں ہے۔ بچے چاہے تڑپ، تڑپ کر بھوک سے مر جائیں پر تمہیں کوئی احساس نہیں کہ نظر بھر کے ان کی طرف دیکھ لو نہ جانے کیسی ماں ہو تم؟''

''ہاں، ہاں تم ہی سگی ہو، میں تو سوتیلی ہوں ناں...... مجھے احساس نہیں ہے، تم احساس کرنے والی ہو ناں......'' وہ بڑبڑاتی ہوئی برتنوں کو اٹھا پٹخ کر رہی تھی۔

تب ہی پسینے میں شرابور ہانپتا ہوا ناصر گھر میں داخل ہوا۔ گرمی کی شدت سے چہرہ لال بھبوکا ہو رہا تھا۔ گھر میں داخل ہونے سے پہلے حسبِ معمول وہ اماں اور بیوی کی آوازیں سن چکا تھا۔

''ذرا سا دم لے کر پسینہ خشک کر کے نہا لے، روزے میں پیدل چل کر آنے سے دیکھو تو کتنا نڈھال ہوگیا ہے۔'' اماں کو بیٹے کے ناتواں وجود کو دیکھ کر ترس آ گیا۔ ناصر نے رومال سے پسینہ صاف کرتے ہوئے اثبات میں سر ہلایا۔

''ابا، ابا۔'' بچے ناصر کو دیکھ کر اس کے پاس آ گئے۔

''ارے ذرا دم تو لینے دو ابا کو۔'' اماں نے کہا، اس بار رقیہ نے بس گھور کر دیکھا منہ سے کچھ نہیں بولی۔

اسی شور ہنگامے میں افطار کا وقت ہوگیا۔ رقیہ نے دسترخوان لگایا۔ اماں نے بھی اس کا ہاتھ بٹایا۔ بچے بھی دادی کے آس پاس آ بیٹھے۔ اماں روایتی ساس کی طرح رقیہ سے بات بے بات تو، تو میں، میں ضرور کرتیں لیکن اس کا خیال بھی بہت رکھتی تھیں۔ خاص طور پر ہر عید کو اماں اس کے لیے اپنے ہاتھ سے جوڑا سیتیں اور چاند رات کو اسے جوڑا دیتیں۔ اسے ناصر کے ساتھ چوڑیاں پہننے بھیجتیں...... چاروں بچوں کو گھر میں رکھ لیتیں اور کبھی چاروں کو لے کر دو گلی چھوڑ کر ان کی رشتے دار بہن حمیدہ رہتی تھیں وہاں چلی جاتیں۔ جب ناصر اور رقیہ چاند رات کو گھوم گھام کر واپس آتے تب اماں بھی بچوں کو لے کر آ جاتیں۔ بچوں کو سلا کر اماں اپنے ہاتھ سے مہندی گھول کر رکھتیں اور رقیہ کے ہاتھوں پر لگاتیں۔ شیر خورمے کی تیاریاں خود ہی کرتیں۔ شروع، شروع میں تو رقیہ کو یہ سب اچھا لگتا پر اب اسے یہ سب ڈھکوسلا لگتا۔ اماں بھی رقیہ کی.... سرد مہری سے اب چڑ جاتیں۔

بچوں کی پے در پے پیدائش، روز بروز بڑھتی ہوئی مہنگائی، اخراجات، دکھ، بیماری...... اب دو بچے اسکول بھی جانے لگے تھے، یہ سارے مسائل نمٹاتے، نمٹاتے رقیہ پاگل ہو جاتی۔ ناصر سے تو جو کچھ بھی ہوتا سب کچھ لا کر رقیہ کے ہاتھ پر رکھ دیتا۔

مغرب کی نماز پڑھ کر ناصر دکان پر واپس چلا گیا تھا۔ اماں بچوں کو لے کر چھت پر چلی گئی تھیں، اس وقت وہ بچوں کو اسلامی قصے کہانیاں سناتی تھیں۔ رقیہ سلائی مشین لے کر بیٹھ گئی۔ اس بار نہ اماں بازار گئیں اور نہ رقیہ کے لیے عید کا جوڑا لے کر آئیں اور غصے میں آ کر رقیہ نے بھی اپنے لیے عید کا جوڑا نہیں خریدا حالانکہ ناصر نے لاکھ کہا مگر وہ رقیہ ہی کیا جو کسی کی بات مان لے...... بچوں کی اور ناصر کی تیاری ہو چکی تھی۔ رمضان المبارک کا آخری عشرہ چل رہا تھا۔ عید جیسے، جیسے قریب آ رہی تھی رقیہ کا غصہ اور جھنجلاہٹ بڑھتی جا رہی تھی۔ وہ بات بے بات غصہ بچوں پر نکالتی۔ بچوں کی زیادہ تر ذمے داری اماں پر ہی تھی۔ حتیٰ کہ اماں ہی بچوں کو قرآن پاک بھی خود پڑھاتیں۔ نماز بھی سکھائی، سحری کے بعد نماز اور قرآن پاک پڑھ کر سب سو جاتے تھے۔ صبح ناصر اٹھ کر دکان چلا جاتا۔ اماں کے ساتھ تو بچے سو جاتے اور رقیہ اپنی نیند پوری کر لیتی۔

اس روز بھی ناصر حسبِ معمول صبح اٹھ کر دکان چلا گیا تھا۔ رقیہ کے سر میں درد ہو رہا تھا۔ اماں کی نیند آج کافی گہری تھی تب ہی وجو اٹھ کر ماں کو اٹھانے

www.urdupalace.com

لگا۔ دو سالہ وجو کو بھوک لگی تھی اور اسے روٹی کی ضرورت تھی۔

''جاؤ دادی کو بولو۔'' راقیہ نے نیند بھری آنکھیں بہ مشکل کھول کر وجو کو کہا۔

''دادی نہیں اٹھیں۔'' وہ تتلا کر بولا۔ رقیہ نے باورچی خانے سے پاپے لاکر اس کے ہاتھ میں تھما دیے۔

''یہ کھالو......! ابھی دادی اٹھ جائیں گی۔''

''اماں! چائے دے دو۔'' وجو توتلی زبان میں چیخا۔

''ابھی یہ کھالو چپ کر کے، میرا سر دکھ رہا ہے چلاؤ مت۔'' رقیہ بولی پر اس کی چائے، چائے کی رٹ جاری رہی۔

''چپ کر دادی کا سگا......! نہیں دیتی چائے وائے، میں کچھ نہیں کرتی، سب دادی کرتی ہیں تیرے لیے۔'' رقیہ کو تپ چڑھی تو کھینچ کر تھپڑ لگا دیا وجو اتنی زور سے چلا کر رویا کہ دوسرے کمرے میں سوئی اماں بھی گھبرا کر دوڑی چلی آئیں۔

''دادی، دادی...... اماں نے مارا ہے۔'' وجو دوڑ کر دادی کی ٹانگوں سے چمٹ کر اور زور، زور سے رونے لگا۔

''ہائے اللہ!'' دادی نے وجو کے پھول سے گال پر رقیہ کے ہاتھ کی پانچوں انگلیاں چھپی دیکھیں تو ان کا تو دم ہی نکل گیا۔ انہیں لگا جیسے کسی نے ان کے گال پر طمانچہ دے مارا ہو۔ ان چاروں پوتوں میں تو ان کی جان تھی اور وجو کا سرخ پڑتا نازک گال اور بلک کر رونا ان سے برداشت نہیں ہو سکا وہ تڑپ گئیں۔

''رقیہ پاگل ہو گئی ہو تم......؟ کیسی ماں ہو، ساری جھنجلاہٹ ان معصوموں پر نکالتی ہو۔ یہ اولاد ہے تمہاری، کیوں جلاد جیسا برتاؤ کرتی ہو ان کے ساتھ......اگر ایک کپ چائے بنا کر دے دیتیں تو کون سی قیامت آجاتی۔ مائیں تو اپنی نیندیں، سکھ آرام سب کچھ بچوں کے لیے قربان کر دیتی ہیں۔ تمہیں اپنی نیند پیاری ہے۔'' اماں غصے سے بے قابو ہو کر چلائیں۔

''ہاں، ہاں! میں جلاد ہوں، دشمن ہوں ان سب کی، تم میری اولاد کو میرے خلاف بھڑکاتی ہو اماں تب ہی بچے تمہارے دیوانے ہیں، مجھے کچھ نہیں سمجھتے، مجھ سے زیادہ تم سے پیار کرتے ہیں۔''

''ارے، ارے کیا بک رہی ہو، پاگل ہو گئی ہو کیا؟ میں کیوں بھڑکاؤں گی، تیرے دماغ میں خناس بھرا ہے رقیہ......تب ہی الٹی باتیں سوچ رہی ہے۔''

''غلط نہیں سوچتی میں، تم ہمارے بیچ میں آکر فاصلے بڑھا رہی ہو، ہر کام میں برائی، ہر بات میں تنقید، یہ کرو، یہ نہ کرو۔ بچوں کو کھلانا، پلانا، نہلانا، سلانا سب تم کیوں کرتی ہو......؟ مجھے میرے بچوں سے دور کر رہی ہو تم، ہمیں کیوں خود کچھ کرنے نہیں دیتی......؟ کیوں ہر بات میں ٹانگ اڑا دیتی ہو، چھوڑ کیوں نہیں دیتی ہم لوگوں کو۔ تم دوریاں بڑھا رہی ہو......؟ کیوں فاصلے پیدا کر رہی ہو۔ میرے بچے ہر بات تم سے کرتے ہیں؟ تمہیں مجھ سے زیادہ پیار کرتے ہیں۔'' رقیہ نے کئی دن کی بھڑاس دل بھر کے نکالی اور اماں آنکھیں پھاڑے، منہ کھولے اس کی زبان سے نکلے ہوئے ایک، ایک لفظ کا زہر اپنے اندر اتارتی چلی گئیں۔ کتنا غلط سوچ رہی تھی وہ ان کے پیار کو کتنا غلط رنگ دے رہی تھی۔ محبت کو فتنہ اور فساد سمجھ رہی تھی۔ کتنی ناداں تھی۔

''اچھا ٹھیک ہے......اگر تم یہ سمجھتی ہو تو آج کے بعد تمہارے اور تمہارے بچوں کے درمیان نہیں آؤں گی، یہ تمہارے بچے ہیں، اللہ پاک ان سب کو تمہارے لیے راحت اور سکون کا ذریعہ بنائے۔ تم جیسے چاہے اور جس طرح مناسب سمجھو اپنے بچوں کو پالو، میں اپنی محبت کے ہاتھوں مجبور تھی لیکن اب...... اب میں کچھ نہیں بولوں گی۔'' اماں کی بوڑھی آنکھوں میں آنسو آگئے وہ سر جھکائے کمرے سے چلی گئیں۔ شور و پکار سے معصوم بچہ سہم گیا تھا۔

''ہونہہ، دیکھتی ہوں میں بھی کتنا عمل کرتی ہو اپنے کہے پر۔'' رقیہ نے بڑبڑاتے ہوئے دوبارہ سے

www.urdupalace.com

کروٹ بدل لی اور اس کی آنکھ لگ گئی۔

"اماں، اماں جلدی اٹھو، دادی کہیں چلی گئی ہیں......" سلیم نے بری طرح جھنجوڑا تو رقیہ ہڑبڑا کر اٹھ بیٹھی۔

"ارے بھئی! کہاں گئی ہوں گی، یہیں ہوں گی پڑوس میں۔" رقیہ نے جھنجلا کر کہا۔

"نہیں اماں! میں نے سب جگہ دیکھ لیا ہے، محلے میں نہیں ہیں۔ ہم لوگ سو کر اٹھے تو دادی نہیں تھیں۔" سلیم، گڈو تو رونے والے تھے۔

"ارے بھئی حمیدہ خالہ کے گھر گئی ہوں گی، آ جائیں گی شام تک......" وہ بیزاری سے کہہ کر اٹھی۔

ظہر کی نماز کا وقت ہونے لگا تھا۔ بچے ایسے ہی گندے سندے پھر رہے تھے۔

"اماں، اماں گڈو نے میری کاپی پھاڑ دی۔" اس لمحے سلیم چلاّتا ہوا آیا اس کے پیچھے، پیچھے گڈو بھی تھا۔

"جھوٹ مت بولو، میں تو مٹا رہا تھا وہ خود پھٹی ہے۔" گڈو بھی بولا۔

"بکواس کرتا ہے تو جھوٹا ہے۔" سلیم نے اس کو مکا جڑ دیا۔

"میرا کام اچھا تھا، اس لیے تم کو جلن ہو رہی تھی۔"

"نہیں اماں......" گڈو کمر پکڑ کر رونے لگا۔

"دادی مٹاتی ہیں تو کبھی نہیں پھٹتا۔" سلیم چلاّیا۔

"چپ کرو دونوں اپنی بک، بک، مُجّو اٹھ جائے گا تم دونوں پڑھائی بند کرو میں نہانے جا رہی ہوں تم وجو کو سنبھالو۔" الماری سے کپڑے نکال کر رقیہ نے پلٹ کر دونوں کو گھر کا۔

"دادی، دادی دودھ کی بوتل۔" اتنے میں مُجّو نے کسمسا کر کروٹ لی اور بنا آنکھیں کھولے نعرہ لگایا۔

رقیہ، مُجّو کے لیے دودھ کی بوتل لے کر آئی، بچوں کو کپڑے بدلوانا، نہلانا، دودھ دینا یہ سب کام کا تو رقیہ کو پتا بھی نہیں چلتے تھے سب کچھ اماں ہی کر لیتی تھیں۔ نہا کر آئی تو سلیم اور گڈو کو بھوک لگ گئی۔

"توبہ ہے بھئی، تم لوگ بھی عذاب ہو عذاب......"

جھنجلا کر چائے اور پاپے سامنے لا کر رکھ دیے۔

"اماں یہ کیا...... دادی روزانہ ہمیں پراٹھے بنا کر دیتی ہیں، نہیں کھایا جاتا ہم سے یہ۔" گڈو نے پلیٹ سرکا کر منہ بنا لیا۔

"چپ کر کے کھا لو، افطار کر لینا اچھا سا۔" رقیہ نے آنکھیں نکال کر ڈرایا تو بچے منہ بسورنے لگے۔

رقیہ نماز پڑھنے کھڑی ہوئی تھی کہ ناک میں جلنے کی تیز بُو آئی چولھے پر چھولے چڑھائے تھے۔ گلنے کے لیے جیسے تیسے سلام پھیر کر باورچی خانے کی طرف بھاگی تب تک وہ جل کر راکھ ہو چکے تھے۔

"کمبختو! تم لوگوں کو لڑائیوں سے فرصت نہیں ملتی، بدبو نہیں آئی جلنے کی سارے چھولے جل کر راکھ ہو گئے۔" غصہ بچوں پر اتارا۔

"اماں ہمیں کیوں ڈانٹ رہی ہو ہمیں کیا پتا، آپ سوتی رہتی ہو اس ٹائم، دادی کرتی ہیں یہ کام تو۔" گڈو نے چائے کا گھونٹ لیتے ہوئے کہا وہ گھور کر رہ گئی۔ شام تک بچوں نے زندگی عذاب کر دی۔ دادی، دادی کی رٹ لگائے رکھی۔ کبھی دادی اتنی دیر کے لیے کہیں نہیں گئیں۔ حمیدہ خالہ کے گھر بھی دو تین گھنٹوں سے زیادہ نہ گزارتی تھیں۔ سارا دن گزر گیا تھا۔ بچے دادی کی کمی کو شدت سے محسوس کر رہے تھے۔ رقیہ کو کب عادت تھی گھر کے کاموں کے ساتھ، ساتھ بچوں کی ذمے داریاں سنبھالنے کی وہ بھی ہلکان ہو گئی۔

"اماں کو لے آؤ جا کر خواہ مخواہ ہی بھاؤ دکھا رہی ہیں، بھلا میں نے ایسا کیا کہہ دیا کہ یوں دماغ خراب کر کے بنا بتائے جا بیٹھی ہیں حمیدہ خالہ کے گھر ہی ہوں گی اور کہاں جائیں گی بھلا...... یوں بچوں کی طرح حرکتیں زیب دیتی ہیں بھلا......" افطاری کے بعد وہ ناصر سے کہنے لگی۔

"چپ کرو رقیہ! تم بھی بہت بولتی ہو، مجھے پتا ہے، میں گیا تھا دن میں حمیدہ خالہ کے یہاں کیونکہ ان کا فون آیا تھا انھوں نے اماں سے چھپ کر میرے پڑوس والی دکان میں فون کر کے بتایا اور مجھ سے بات کی مگر

www.urdupalace.com

اماں سخت ناراض ہیں انہوں نے آنے سے منع کر دیا ہے۔'' ناصر نے کہا اس کا لہجہ تھوڑا تلخ تھا۔

''ہونہہ، بہت غصہ دکھا رہی ہیں، دیکھتی ہوں میں بھی کب تک دکھاتی ہیں غصہ، بڑا پیار کرتی ہیں ناں اپنے لاڈلوں سے؟ پھر اتنا غصہ کس لیے بھلا......؟ وہ کیا سمجھتی ہیں ان کے بغیر بچے یا گھر نہیں چل سکتا۔'' رقیہ کو مزید غصہ آ گیا۔ کہنے کو تو رقیہ نے کہہ دیا مگر دو دن میں اسے اندازہ ہو گیا کہ یہ گھر اماں کے بنا نہیں چل سکتا۔ بچوں نے جینا حرام کر دیا تھا۔ گڈو کو بخار آ گیا تھا۔ سلیم بالکل چپ ہو گیا تھا۔ وجو اور شجو الگ ریں، ریں کر رہے تھے، دادی، دادی کی رٹ لگا کر رقیہ کا دماغ خراب کر رہے تھے۔ گزشتہ دو دنوں میں بچے کئی بار پٹ چکے تھے۔

گڈو، شجو اور وجو کو پڑوس میں چھوڑ کر وہ دوپہر کو سلیم کو لے کر ناصر کو بنا بتائے حمیدہ خالہ کی طرف چل پڑی۔ حمیدہ خالہ اسے دیکھ کر خوش ہو گئیں جبکہ اماں نے سلام کا جواب بھی سرسری انداز میں دیا۔ حتیٰ کہ سلیم کو دیکھ کر کسی قسم کے والہانہ پن کا اظہار بھی نہ کیا۔

''اماں! گھر چلو!'' رقیہ نے لٹھ ماری۔

''گھر......؟ کون سے گھر......'' اماں نے نظریں ترچھی کر کے اس کی جانب دیکھا۔

''تمہارے بیٹے کا گھر اور کون سا گھر......؟'' وہ گڑبڑا کر بولی۔

''نہیں رقیہ......! وہ گھر تمہارا اور تمہارے بچوں کا ہے جہاں میں منفی کردار نبھا رہی ہوں اور میں نہیں چاہتی تھی کہ میں بیچ میں آ کر تمہارے اور تمہارے بچوں کے درمیان فاصلے پیدا کروں۔ میں نے بیچ سے ہٹ کر تمہیں تمہارے بچوں کے قریب ہونے کا موقع دیا ہے۔ اس لیے اب دوبارہ نہیں آؤں گی۔ میں یہاں پر خوش ہوں اور تم اپنے بچوں کے ساتھ خوش رہو۔ یہاں آنے کا احسان کرنے کا شکریہ......'' اماں نے نہایت بیزاری سے بات مکمل کی اور اٹھ کر کھڑی ہو گئیں۔

''ہائیں......!'' رقیہ سوچ بھی نہیں سکتی تھی کہ

نمکین غزل

ہمارا ایک ہی نصب العین ہے
کیونکہ میری ایک آنکھ عین دوسری غین ہے

ہاتھی دانت اتنے لمبے کیوں ہوتے ہیں
مفکر سوچ کر برسوں سے بے چین ہے

جن کی بیویاں شکی مزاج ہوتی ہیں
یہی تو ان کی قسمت کی دَین ہے

ملکی حالات پر غور کرنا پاگل پن کی علامت ہے
اسی لیے تو پاگلوں کا سردار میرا فین ہے

لوگوں کی منفی سوچ نے ہلا ڈالا ہے نزئی
پھر بھی ہم نے ڈالا نہیں کوئی بین ہے

شاعرہ: نازیہ نزئی......نوشہرہ کینٹ

اماں یوں سنگدلی سے صاف انکار کر دیں گی۔

''دادی، دادی......'' انہیں اندر جاتا دیکھ کر سلیم ان کی طرف لپکا......''اماں، دادی کو لے کر چلو۔'' وہ رونے لگا۔ اماں کا دل تڑپ گیا مگر انہوں نے پلٹ کر دیکھا بھی نہیں اور دوسرے کمرے کی طرف بڑھ گئیں۔

''سلیم گھر چلو!'' رقیہ نے کھڑے ہو کر اس کا ہاتھ پکڑ کر کھینچا۔

''اماں نہیں...... دادی...... دادی۔'' سلیم رونے لگا مگر رقیہ اسے گھسیٹتی ہوئی گھر سے باہر لے آئی۔ رقیہ کے گھر سے نکلتے ہی اماں پھوٹ، پھوٹ کر رونے لگیں۔ اماں کی بھی کوئی عزت تھی، انا تھی، گزشتہ آٹھ سالوں میں ایک دن بھی بہو کو نیند سے نہ جگایا تھا۔ اس کی ہر ضرورت کا وقت سے پہلے خیال رکھا، چاروں بچوں کی پیدائش پر سوا، سوا مہینے پلنگ پر بٹھا کر اپنے ہاتھ سے کھانا کھلایا۔ بچوں کی بیماری میں خود رات، رات بھر جاگتی تھیں۔

www.urdupalace.com

سلیم سارا راستہ روتا ہوا آیا۔ سب خوش تھے کہ دادی آ جائیں گی مگر دادی کو نہ دیکھ کر گھر میں پھر سے اودھم بازی ہونے لگی۔ ناصر بیچارہ الگ پریشان تھا، اس بار اماں نے بھی ضد پکڑلی تھی۔ عید سر پر تھی اور گھر کا حال برا تھا، نہ ڈھنگ کی تیاری اور نہ کوئی گہما گہمی تھی۔ گھر تھا کہ بکھرا پڑا تھا۔

اِدھر عید کا چاند نظر آیا اُدھر رقیہ کو بری طرح رونا آ گیا۔ ہر سال اماں عید کا کتنا اہتمام کرتی تھیں۔ رقیہ کے ساتھ مل کر گھر کی صفائیاں کرتیں، شیر خورے کی تیاری خود اپنے ہاتھ سے کرتیں۔ بچوں کو گھمانے لے جاتیں، ناصر اور رقیہ کو بازار بھجواتیں اور اپنے ہاتھوں سے رقیہ کے ہاتھوں پر مہندی لگاتیں۔ ایک، ایک بات یاد آ رہی تھی، رقیہ کا دل بھر آیا تھا۔ باہر خوب رونق لگی تھی۔ بچے بہت اداس تھے تو ناصر ان کو لے کر بازار چلا گیا تاکہ بچے کچھ بہل جائیں۔ اکیلے گھر میں رقیہ کا دل اور گھبرانے لگا...... کسی کام میں دل نہیں لگ رہا تھا اماں کے بنا ایک کمی تھی۔ اس بار اماں کے ہاتھوں سے سلا عید کا جوڑا بھی نہیں تھا۔ وہ کل کیا پہنے گی وہی پرانے کپڑے۔

☆☆☆

''اماں......'' بے ساختہ اس کے منہ سے نکلا اور وہ سسک پڑی۔ ''میں اکیلی ہوں اماں آ جاؤ...... تمہارے بغیر میری عید، عید نہیں...... میرا گھر ویران ہے۔'' وہ تکیے میں منہ دیے سسک رہی تھی۔ تب ہی کسی نے پیچھے سے کاندھے پر ہاتھ رکھا۔

''اٹھ پگلی! چاند رات کو خوشیاں مناتے ہیں یوں روتے نہیں...... تو اکیلی نہیں ہے، تیری اماں ہے تیرے ساتھ۔'' وہ چونک کر اٹھی تو سامنے نم نم آنکھیں لیے اماں کھڑی تھیں۔

''اماں...... اماں مجھے معاف کر دو اماں...... میں نے غلط سوچا، غلط کہا اس گھر کو، میرے بچوں کو تمہاری ضرورت ہے اماں...... ہم تمہارے بغیر کچھ نہیں، نہ یہ گھر، گھر ہے، نہ رونق ہے اور نہ ہی خوشیاں، ہم بہت اداس ہیں تمہارے بنا، نہ ہماری چاند رات ہے اور نہ ہی ہماری عید...... دیکھو تو میرا اپنا جوڑا بھی نہیں ہے۔'' وہ زار و قطار روتی ہوئی اماں سے لپٹ کر بولے جا رہی تھی۔

''ارے پگلی! چپ کر جا، ایسے کیسے ہو سکتا ہے کہ تیری ماں ہو اور تو نئے کپڑے نہ پہنے دیکھ! تیرے لیے اپنے ہاتھوں سے کپڑے سی کر لائی ہوں اور یہ تیرے لیے مہندی جو اپنے ہاتھوں سے گھول کر تیرے ہاتھوں پر لگاؤں گی۔'' اماں نے ہاتھ میں پکڑے شاپر سے نیا جوڑا اور سوکھی مہندی کا ڈبا نکال کر اس کو دکھایا۔

''اماں تم کتنی اچھی ہو...... اور میں کتنی پاگل اور بے وقوف ہوں تمہارے بغیر تو میں مر ہی......''

''چپ کر، بک، بک بند کر اپنی...... ایک لفظ بھی نکالا تو زبان کھینچ کر ہاتھ پر رکھ دوں گی۔'' اماں اپنی پرانی جون میں واپس آئیں تو رقیہ روتے، روتے ہنس دی۔

''چل اب ہم دونوں مل کر پہلے گھر کی صفائی کریں گے۔ پھر تو بازار جا کر ناصر کے ساتھ چوڑیاں پہن کر آنا پھر میں اپنے ہاتھوں سے تجھے مہندی لگاؤں گی۔ اور میرے بچے کہاں ہیں......؟'' اچانک اماں نے چاروں طرف دیکھا۔

''میری پیاری اماں۔'' رقیہ نے اماں کے پچکے گال چوم لیے۔ اسی لمحے ناصر بچوں کو لے کر داخل ہوا تو اندر کا منظر دیکھ کر چکرا گیا جیسے سب خواب ہو خود کو نوچ، نوچ کر حقیقی دنیا میں واپس آیا۔

''دادی، دادی......'' بچے دیوانہ وار دادی کی طرف دوڑ کر اُن کی بانہوں میں سما گئے۔ اماں نے بچوں کے ساتھ، ساتھ آگے بڑھ کر ناصر اور رقیہ کو بھی بانہوں میں بھر لیا۔ اماں کے کمزور وجود میں سما کر سب کے چہروں پر سکون اتر آیا۔ کتنے دنوں بعد آج گھر، گھر لگ رہا تھا مکمل اور آسودہ...... چاند رات اور عید کی رونقیں بڑھ گئی تھیں ناصر محبت پاش نظروں سے رقیہ کے مطمئن چہرے کی طرف دیکھ رہا تھا جو شاپر سے اپنا عید کا جوڑا نکال کر اسے دکھا رہی تھی۔

www.urdupalace.com

Advertisement at Urdu Palace

Are you looking for an affordable website to advertise your business?

Urdu Palace offers lowest rates for all advertisers.

For Advertisement of your brand or business on our website call us or contact us through Whatsapp on following numbers

+92-348-8709449

www.urdupalace.com